بحث و نظر

(۱)

عورت اور دعوت و تبلیغ

نگہت منصور

دعوت و تبلیغ کے لیے عورت کا باہر نکلنا (مئی ۹۶) میں محمد یوسف اصلاحی صاحب کے خیالات اور استدلال کی صداقت کا پورا احترام کرنے کے باوجود چند اشکالات ہیں۔ بر سرِ زمین حقائق کو اگر دیکھا جائے تو امر واقعہ ہے کہ مغربی تہذیب اور ثقافت کا سب سے زیادہ حملہ اب عورت پر ہے کہ وہ جذبات کی رَو میں بہہ کر اپنی اقدار کو چھوڑ دے۔ ذرائع ابلاغ کی بارش' فیشن اور آوارگی پر مبنی آزادی کے سیلاب' اور فکر و عمل پر آخرت کی جواب دہی کی زنجیروں کو توڑنے والی فکری یلغار نے عورت کو آسان ہدف بنا دیا ہے۔ اکثر علما کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ عورت کس عملی اور فکری بحران سے دوچار ہے۔ وہ تو بس چند لگی بندھی باتوں میں اسے مزید باندھ کر رکھنا ہی اسلام سمجھتے ہیں' دوسری جانب کیفیت یہ ہے کہ اخبار' ٹیلی ویژن' درس گاہ اور معاشرہ چار دیواری میں بند خواتین پر بھی پورے لاؤ لشکر کے ساتھ حملہ زن ہیں۔ اس منظرنامے میں عالمی اسلامی تحریک نے یہ شعور دیا کہ قرآن و سنت کی رو سے عورت کوئی عضوِ معطل نہیں بلکہ وہ اجتماعی نظام میں شریک اور حصہ دار ہے۔

محترم اصلاحی صاحب نے بجا طور پر ایک نیک عورت کے لیے دعوت و تبلیغ کے ذیل میں پابندیوں کا ذکر فرمایا ہے مگر یہ دیکھ لیجیے کہ دوسری جانب وہی نیک خاتون چار گھنٹے کے لیے بازار شاپنگ کے لیے جا سکتی ہے' علاج معالجے کے لیے بھی دو تین گھنٹے صرف کر سکتی ہے۔ اگر کہیں ملازمت کرتی ہے تو پھر اس کے آٹھ دس گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ اگر کالج میں پڑھتی ہے تو پھر سات گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ میڈیکل کی تعلیم یا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جاتی ہے تو پھر مخلوط ماحول سے بھی اس کو سابقہ پیش آتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر کوئی خاتون دعوتِ اسلام کے لیے دوسری خواتین تک پہنچنا چاہتی ہے' نئی نسلوں کو بربادی

سے بچانا چاہتی ہے ' اور دعوت دین میں اپنا حقیر مگر یہی بات ہے نہایت قیمتی حصہ ڈالنا چاہتی ہے تو اسے کچھ حقیقی اور بہت سے موہوم خدشات کی دیوار چین دکھا دی جاتی ہے ۔ مجھے اصلاحی صاحب کے استدلال میں چھپے ہوئے درد دل سے کوئی اختلاف نہیں ' لیکن کیا خواتین کی راہ میں کارِ دعوت صرف قلم ہے ؟ کیا صرف دعائیں یہ کام کر لیں گی ؟

واقعہ یہ ہے کہ اگر کردار میں پختگی نہ ہو تو چار دیواری میں بند عورت پر بھی سب کچھ تھوپا جا سکتا ہے اور اگر مضبوطی ہو تو پھر کالج ' مدرسہ ' بازار اور مطب بھی اس کی عفت مآبی کے گواہ بنتے ہیں ۔ ایسے میں اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے والی طالبات اور خواتین کے راستے کی تنگنائیوں کو کچھ کشادہ کرنا چاہیے ' نہ کہ مزید تنگ ۔

(۲)

عدالتی فیصلے کے بارے میں

شہزاد الحسن چشتی

پاکستان کی عدالت عالیہ کے فیصلے پر "اشارات" (مئی ۹۶) کو وقیع اور جامع قرار دینے کے باوجود "کچھ عدالتی فیصلے کے بارے میں" (جون ۹۶) صاحب مضمون نے چند باتوں سے اختلاف کیا ہے ۔ صاحب مضمون کو "اشارات" میں judge-made-laws کا دروازہ کھولنے کی تائید دکھائی دیتی ہے ۔ اس کے لیے انھوں نے "عدالتی آمریت" اور "عدالتی شریعت" کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں ' اور یہی ان کا بنیادی نکتہ اختلاف ہے ۔ اپنے نکتہ کے تائید میں انھوں نے "حاکم خاں کیس" ۱۹۹۲ کا حوالہ دیا ہے جس میں جسٹس (ر) نسیم حسن شاہ نے ' ان کے مطابق ' قرارداد مقاصد کی روح کو مسخ اور حیثیت کو مجروح کر دیا ہے ۔ دوسری مثال عدالت عالیہ کے موجودہ فیصلے سے ہے جس میں ' ان کے مطابق ' فیڈرل شریعت کورٹ کی روح سلب کر لی گئی ہے ۔ ان حوالوں سے انھوں نے عدلیہ کو خاصا ناقابل اعتبار ٹھہرانے کی کوشش کی ہے اور کچھ زیادہ ہی الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ پارلیمنٹ کے ارکان کے بارے میں صاحب مضمون کی خوش فہمی کی کوئی بنیاد مجھے محسوس نہیں ہوتی ۔ ان کے اخلاق ' کردار اور اپنے مفادات کے لیے سب کچھ کر گزرنے کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سب کچھ زبان زدعام ہے ۔ دراصل مملکت کا نظام چلانے میں عدلیہ اور مقننہ دونوں کا اپنا اپنا کردار ہے اور دستور نے باہمی توازن کے لیے حدود کار تجویز کی ہیں ۔ دستور اور قانون کی تعبیر عدلیہ کا فریضہ ہے ۔ دستور کی کسی شق یا کسی قانون کے قرآن و سنت کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا بہتر فیصلہ عدلیہ ہی